Vol. 5 No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030

ISSN Print : 2709-4022

ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقی وتدوینی خدمات : ایک جائزہ

THE SERVICES OF DR. JAMEEL JALBI AS RESEACHER & EDITOR :A REVIEW

***Fouzia Shehzadi, **Prof. Dr. Muhammad Asif Awan, Dr. Muhammad Amjad Abid**

***** Ph.D Urdu (Scholar), Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad

**Dean, Faculty of Islamic & Oriental Learning, Govt. College University, Faisalabad

Assistant Professor, Department of Urdu ,University of Education, Lahore

ABSTRACT:

Dr. Jamil Jalbi is a multidimentional figure of Urdu Literature. He is renowned as Researcher, Critic, Translator, Dictionary Editor and Historian. He earned fame in all these capacities. He has profound knowledge of culture and civilization also. As Researcher and Editor he is respected as high ranked professional of the field in the country at present. He has framed primary principles for Research and Editing as a scholar. Masnavy titled "Qadam Rao Padam Rao" in Urdu Literature is believed as the marvelous example of his Research and Editing expertise. In this article researcher has made an effort to highlight the services of Dr. Jameel Jalbi as Researcher and Editor. The author has concluded that Dr. Jameel Jalbi has performed a unique and dignified task of Editing and Research regarding skillful reflection on the Masnavi above mentioned which is undeniable proof of his dignity. The writer has further concluded in this article that Research and Editorial work of Dr. Jameel Jalbi is marvelous treasure of Urdu Literature.

Key words: *Dr. Jameel Jalbi, Editor, Reseacher, Hassan Shoqi, Nusrati, Nizami, Tareekh e Adab e Urdu*

کلیدی الفاظ: ڈاکٹر جمیل جالبی، مدوّن، محقّق، حسن شوقی۔ نصرتی، نظامی، تاریخِ ادبِ اُردو

ڈاکٹر جمیل جالبی (محمد جمیل خان) بلاشبہ اُردو ادب کی ایک کثیر الجہت شخصیت ہیں، انھوں نے اُردو ادب کی کئی ایک اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ادبیاتِ اُردو میں وہ ایک محقق، نقاد، ادبی مؤرخ، مترجم، لغت نویس، کلچر شناس، مدیر اور بچوں کے ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ زبانِ اُردو میں مختلف موضوعات پر اُن کی کم و بیش پچاس سے زائد کتب منصہ ءشہود پر آچکی ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ۱۲ جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ (بھارت) میں ایک معروف علمی و ادبی خانوادے میں پیدا ہوئے۔[(۱)] نام کے ساتھ ''جالب

ی'' کا لاحقہ لگانے کی وجہ ایک عزیز سیّد جالب دہلوی بنے، جو اپنے عہد کے صفِ اوّل کے صحافی تھے اور ''ہمت'' اور ''ہمدم'' کے نام سے دو اخبار بھی شائع کیا کرتے تھے۔

چوں کہ ڈاکٹر جمیل جالبی اُنھیں اپنا آئیڈیل سمجھتے تھے،اِس لیے اُنھوں نے جالب کی رعایت سے اپنے نام کے ساتھ ''جالبی''کا لاحقہ لگالیا۔[۲]

ڈاکٹر جمیل جالبی نے گورنمنٹ ہائی سکول سہارن پور سے میٹرک،۱۹۴۵ء میں میرٹھ کالج سے ایف اے،۱۹۴۷ء میں میرٹھ کالج سے ہی بی اے،جب کہ ۱۹۴۹ء میں سندھ یونیورسٹی کراچی سے انگریزی ادبیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ازاں بعد ۱۹۵۰ء میں اُنھوں نے سندھ یونیورسٹی کراچی سے ہی ایم اے اُردو اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے سندھ یونیورسٹی جام شورو حیدر آباد سے ڈاکٹر غلام مصطفی کی زیرِ نگرانی ''قدیم اُردو ادب کا تحقیقی مطالعہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔علاوہ ازیں ۱۹۷۳ء میں سندھ یونیورسٹی جام شورو حیدر آباد سے ''مثنوی قدم راؤ پدم راؤ کی ترتیب و تدوین'' کے موضوع پر ڈی لٹ کی سندِ فضیلت حاصل کرنے والے وہ پہلے اُمیدوار بھی تھے۔۱۹۸۸ء میں اُنھیں ڈی ایس سی کی اعزازی ڈگری سے بھی نوازا گیا۔ڈاکٹر جمیل جالبی ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۲ء تک بہادر یار جنگ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے،تاہم ازاں بعد ۱۹۵۳ء میں سی ایس ایس کا امتحان پاس کر کے محکمہ انکم ٹیکس سے منسلک ہو گئے اور انکم ٹیکس کمشنر کی حیثیت سے ریٹائر ہونے کے بعد یکم ستمبر ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۷ء تک جامعہ کراچی کے وائس چانسلر رہے اور ۱۷ نومبر ۱۹۸۷ء کو مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے صدر نشین کے عہدے پر فائز ہوئے۔علمی و ادبی حوالے سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۸ اپریل ۲۰۱۹ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور کراچی میں مدفون ہوئے۔مختصر طور پر کہا جاسکتا ہے کہ گو کہ اُنھوں نے کئی ایک اعلیٰ سرکاری عہدوں پر انتظامی فرائض انجام دیے،تاہم اِس کے باوجود تن تنہا اُنھوں نے کئی ایک علمی و ادبی منصوبوں کو بڑی جانفشانی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔[۳]

ڈاکٹر جمیل جالبی نے تنقید کے موضوع پر ''تنقید اور تجربہ''، ''نئی تنقید''، ''محمد تقی میر: ایک مطالعہ''، ''معاصر ادب''، ''قومی زبان''، ''یک جہتی، نفاذ اور مسائل''، ''قلندر بخش جرأت: لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر''، ''ن م راشد۔ایک مطالعہ''، ''کلیاتِ میرا جی''اور ''میرا جی۔ایک مطالعہ''، ادبی تحقیق و تدوین میں ''مثنوی قدم راؤ پدم راؤ، "دیوان حسن شوکی"، "دیوان نصرتی" تراجم میں ''جانورستان''، ''ایلیٹ کے مضامین''، ''ارسطو سے ایلیٹ تک''اور ''برصغیر میں اسلامی جدیدیت''، کلچر کے موضوع پر ''برصغیر میں اسلامی کلچر''، ''پاکستانی کلچر''اور ''کلچر کی تشکیل کا مسئلہ'' ادبی تاریخ کے حوالے سے ''تاریخِ ادبِ اُردو (چار جلدیں)''، ''فرہنگِ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ''، ''قومی انگریزی لغت''اور ''قدیم اُردو کی لغت''، بچوں کے لیے ''حیرت ناک کہانیاں''اور ''خوجی''، جیسی تصانیف تخلیق کی ہیں۔

اِس مختصر سوانحی و تصنیفی جائزے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی علمی و ادبی قدر و قیمت کے اعتبار سے اُردو ادب کی ایک مایہ ناز ادبی شخصیت تھے۔گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصے میں اُردو ادب کے منظر نامے پر جن اہلِ علم کو بہ طور محقق، مدوّن، نقاد، ادبی مؤرخ، ماہرِ ثقافت، مترجم اور لغت نگار غیر معمولی حیثیت حاصل ہے،اُن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا نام کئی حوالوں سے دیگر ہم عصر اہلِ قلم کے مقابلے میں اہمیت کا حامل ہے۔ اُن کی گراں قدر تصانیف تشنگانِ علم و ادب کے لیے ہمیشہ راہ نمائی اور دل چسپی کا باعث رہی ہیں اور اُن کی پُر مغز اور عالمانہ تحریروں سے ہر طبقۂ فکر استفادہ کر رہا ہے۔بہ قول اِفتخار عارف:

> ''ڈاکٹر جمیل جالبی ہماری قومی اور ادبی تاریخ کا بہت اہم اور انتہائی لائقِ توجہ باب ہیں۔وہ مؤرخ ہیں، محقق ہیں، ادیب ہیں، نقاد ہیں، مترجم اور ماہرِ لسانیات بھی، ایسے اسکالر کہ عالمی سطح پر بھی اُن کی خدمات کا اعتراف کیا جا تا ہے۔اُن کی ساری زندگی جہانِ فکر و دانش کے در و بام تعمیر کرتے، سجاتے گزر رہی ہے۔بلا شبہ اُردو ادب کا تذکرہ اُن کے ذکر کے بغیر ممکن نہیں۔''[۴]

عالمی سطح کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر بھی اُن کی زندگی میں ہی اُن کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔اِس ضمن میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے ''ڈاکٹر جمیل جالبی: ایک مطالعہ''، ڈاکٹر نسیم فاطمہ نے ''ڈاکٹر جمیل جالبی۔سوانحی کتابیات''، ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر نے ''ڈاکٹر جمیل جالبی۔شخصیت اور فن''، جب کہ رسائل میں سہ ماہی

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

''ارمغان''اور سہ ماہی''سفیرِ اردو'' کے جمیل جالبی نمبر گویا''جالبیات'' کے مطالعے کی نئی راہیں کھولنے کا باعث بنے۔یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر جمیل جالبی اب بزرگانِ ادب میں شمار ہوتے ہیں، جن کی تشہیر و تکریم اُن کی زندگی میں ہی بہت زیادہ کی گئی۔ قطع نظر دیگر جہات کے بہ طورِ محقق و مدوّن ڈاکٹر جمیل جالبی کا شار عہدِ حاضر کے معتبر ترین محققین و مدوّنین میں ہوتا ہے۔واضح رہے کہ اُردو کے بیشتر محققین و مدوّنین کے برعکس اُن کی تحقیق و تدوین کا کینوس بہت وسیع ہے، جو دکنیات سے شروع ہو کر اُردو ادب کی مختلف اصناف کو محیط دکھائی دیتا ہے۔جہاں تک اُن کی تحقیقی و تدوینی کتب کی بات ہے تو اِس ضمن میں ''مثنوی قدم راؤ پدم راؤ''، ''دیوانِ حسن شوقی''، ''دیوانِ نصرتی'' اور ''ادبی تحقیق'' قابلِ ذکر ہیں۔ذیل میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی تدوینی و تحقیقی خدمات کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی ادب کو سماجی اور تہذیبی روح کی ایک مسلم اور بڑی اکائی سمجھتے تھے۔اُنھوں نے جب تحقیق کی دنیا میں قدم رکھا تو اُس وقت مولوی عبدالحق، حافظ محمود شیرانی، مولوی محمد شفیع، مولانا امتیاز علی عرشی، مالک رام، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی اور مشفق خواجہ جیسے نابغۂ روزگار محققین و مدوّنین اپنی اپنی تحقیقی و تدوینی جولانیاں دکھانے میں کوشاں تھے، تاہم ڈاکٹر جمیل جالبی نے اِن اکابرینِ ادب کے مقابلے میں موضوعات کے انتخابات میں نہ صرف اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا، بل کہ اپنی تحقیقی و تدوینی کاوشوں کو مذکورہ اہلِ علم کے مقابلے میں کہیں زیادہ استناد کے ساتھ پیش کیا۔خاص طور پر ڈاکٹر جمیل جالبی پروفیسر حافظ محمود شیرانی کے طریقِ تحقیق سے خاص طور پر متاثر تھے۔اُنھوں نے لسانی تبدیلیوں کے جلو میں دکن کی تاریخ سے بھی اپنی تحقیق کے نتائج کشید کرنے میں مدد حاصل کی۔
(۵)

ڈاکٹر جمیل جالبی کی اِسی انفرادیت کی تحسین کرتے ہوئے ڈاکٹر گوہر نوشاہی رقم طراز ہیں:

> "جالبی صاحب نے انفرادی تحقیق کے لیے عموماً جن موضوعات کو چنا وہ بے حد منفرد اور مشکل ہونے کے سبب نہ صرف ان کے لیے چیلنج ہے، بل کہ اُن سے عہدہ برا ہونا ایک لحاظ سے اُن کی پُختہ کاری کی علامت بھی بن گیا۔ادبی تحقیق میں تین موضوعات کو ہمیشہ اہم سمجھا گیا ہے اور اگر دیکھا جائے تو خاص طور پر اُردو تحقیق کا سارا نظام تقریباً اِنھی تین موضوعات پر استوار ہے:
>
> ۱۔نئے مواد کی دریافت
>
> ۲۔دریافت شدہ متن کی تصیح اور جانچ پرکھ
>
> ۳۔مصنف کی شخصیت کا تعین، یعنی سوانحی تفصیلات کی فراہمی
>
> ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے تحقیقی سفر کا آغاز اِنھی تین موضوعات سے کیا۔"(۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا پہلا اہم تحقیقی کام دیوانِ حسن شوقی کی تدوین تھا، جو ۱۹۷۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔کہا جا سکتا ہے کہ دیوانِ حسن شوقی ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقی و تدوینی مساعی کا ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔بلاشبہ حسن شوقی اپنے دور کا ایک اہم شاعر تھا لیکن اُس کی شومئ قسمت ملاحظہ کیجیے کہ کسی محقق کو اُس کے منتشر کلام کو سمیٹنے کا خیال نہیں آیا۔یوں اوّلاً ڈاکٹر جمیل جالبی نے اِس فراموش کنندہ شاعر کے کلام کو مختلف مآخذ سے کشید کرتے ہوئے ایک جگہ جمع کر دیا۔نہ صرف یہ بل کہ اُنھوں نے متعدد شاعرانہ خصائص کے حامل اِس شاعر کے کلام کا محاکمہ بھی پیش کیا، تاکہ اُردو ادب کی شعری روایت میں اس کا مقام و مرتبہ متعین کرنے میں سہولت رہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے لاتعداد مخطوطات، بیاضوں اور قدیم دواوین کے متون کے مطالعے، موازنے اور محاکمے کے بعد حسن شوقی کے دیوان کو نہ صرف یک جا کیا، بل کہ اِس قدیم شاعر کے کلام کے مشکل، نامانوس اور ادقِ الفاظ کی فرہنگ بھی ترتیب دی۔اِس تحقیقی کام کے حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ اِس پر ڈاکٹر جمیل جالبی کی جانب سے لکھا ہوا مقدمہ

Vol. 5 No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

لسانی، سوانحی اور ادبی محققین کے لیے توجہ کا مرکز بنا۔مزید یہ کہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے حسن شوقی کے کلام کے شعری محاسن اور لسانی خصوصیات کا بھی تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔علاوہ ازیں ڈاکٹر جمیل جالبی نے مستند اور بنیادی مآخذات سے حسن شوقی کے حالات اور کلام کی تہذیب بھی کی ہے۔اِس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے:

”حسن شوقی کی زبان اس زمانے کے دکن کی عام بول چال کی زبان ہے۔اس میں ان تمام بولیوں اور زبانوں کے اثرات کی ایک کھچڑی سی پکی دکھائی دیتی ہے،جو آئندہ زمانے میں ایک جان ہو کر اُردو کی معیاری شکل متعین کرتے ہیں۔“(۷)

ڈاکٹر جمیل جالبی کا دوسرا تحقیقی کارنامہ اور ایک ”قیمتی سرمایہ“ ۱۹۷۲ء میں دیوانِ نصرتی کو مرتب کرنے کی صورت میں منظرِ عام پر آیا۔(۸) واضح رہے کہ دیوانِ نصرتی پہلے پہل سہ ماہی صحیفہ لاہور، شمارہ نمبر ۶۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا، بعد میں اِسے کتابی صورت میں لاہور سے قوسین نے شائع کیا۔نصرتی کا اصل نام ”شیخ نصرت بیجاپوری“،(۹) جب کہ ”نصرتی“ تخلص تھا۔(۱۰) گیارھویں صدی ہجری کا ایک باکمال شاعر ہے۔اُس کے دیوان کی تدوین واشاعت سے قبل اُس کی تمام تر شہرت اُس کی مثنویات کی وجہ سے تھی، لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی نے اُس کی غزلیات اور قصائد کو بھی تلاش کیا اور مذکورہ دونوں اصناف کا فکری وفنی تجزیہ پیش کرتے ہوئے نصرتی کو غزل اور قصیدے کی صنف کا بھی ایک نمائندہ شاعر قرار دیا۔اُس کی غزل میں اُس کے عہد کی غزل کے جملہ رجحانات دکھائی دیتے ہیں۔نصرتی نے اپنی غزل میں اس دور کی غزل کے مخصوص موضوعات کو نوع بہ نوع انداز میں پیش کیا ہے۔غزلوں کی طرح نصرتی کا قصیدہ بھی اس کی انفرادیت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔بہ قول ڈاکٹر جمیل جالبی:

”اگر دکن کی یہ سلطنتیں باقی رہتیں اور دکنی ادب کا یہ روپ قائم رہتا تو آج بھی نصرتی قدیم ادب کا سب سے بڑا شاعر قرار پاتا۔“(۱۱)

نظامی بیدری کی مثنوی ”قدم راؤ پدم راؤ“ کو اُردو ادب کی قدیم ترین مثنویوں میں شمار کیا جاتا ہے۔۱۹۷۳ء میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی معرکۃ الآرا تحقیق، جس نے دنیائے ادب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، وہ نظامی بیدری کی مثنوی ’قدم راؤ پدم راؤ‘‘ کے مخطوطے کی تدوین ہے، جس نے اُردو تحقیق وتدوین کی تاریخ میں بعض نئے راہ نما اصول بھی مرتب کیے۔ محققین و مدونین نے ڈاکٹر جمیل جالبی کی اِس تحقیقی کاوش کو تحقیق وتدوینِ متن کا مثالی نمونہ قرار دیا۔اِس مثنوی کی بہترین تدوین کرنے پر سندھ یونیورسٹی نے ڈاکٹر جمیل جالبی کو ڈی لٹ کی ڈگری تفویض کی۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس مثنوی کو مرتب کیا۔ اور اس پر ایک مدلل اور مربوط مقدمہ لکھا۔اِس ضمن میں وہ فرماتے ہیں:

”مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا دنیا میں ایک ہی معلوم نسخہ ہے،جو انجمنِ ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں محفوظ ہے۔یہ واحدنسخہ بھی ناقص ہے۔بیچ بیچ میں سے اکثرصفحات غائب ہیں اور آخر میں بھی مثنوی کے کم از کم دو تین صفحات کم معلوم ہوتے ہیں۔اس وجہ سے کاتب کے نام اور سنہ کتابت کا بھی پتہ نہیں چلتا۔“(۱۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اِس مثنوی کو تحقیق وتدوین کے جدید اُصولوں کے مطابق سات برس کے کثیر وقت میں مرتب کیا۔ایک صفحہ پر مخطوطے کے ایک صفحے کا عکس دیا ہے اور اس کے سامنے والے صفحے پر اسی متن کو جدید رسم الخط میں لکھا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک مفصل اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے، جس میں مثنوی کے زمانۂ تصنیف، حالاتِ مصنف، موضوعِ مثنوی، املا اور لسانی خصوصیات پر تفصیلی بحث کی ہے۔آخر میں ایک جامع فرہنگ ہے جس میں دکنی الفاظ کے موجودہ معانی لکھے گئے ہیں۔اس کے آخر میں دو ضمیمے بھی ہیں، جن میں سلاطین بہمنی کا تعارف اور مثنوی میں آنے والی شخصیات کا احوال لکھا گیا ہے۔یہ مثنوی اُنھوں نے تقریباً سات سال کی محنتِ شاقہ کے بعد مرتب کی اور اس مثنوی میں کھڑی، پنجابی، راجستھانی، برجی، گجری، سندھی، سرائیکی اور مرہٹی زبانوں کے الفاظ کی بھی نشان دہی کی۔مذکورہ مثنوی کے

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

قدیم متن کی بہ صورتِ مخطوطہ فراہمی کا مفصل احوال مشفق خواجہ نے اپنے مضمون ''قدم راؤ پدم راؤ'' میں درج کیا ہے۔[۱۳] بالخصوص مشفق خواجہ ڈاکٹر جمیل جالبی کے اِس عظیم کارنامے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "مثنوی قدم راؤ پدم راؤ"کی تدوین اُن کا تازہ ترین کارنامہ ہے۔اِس مثنوی کی اشاعت کے بعد جالبی صاحب کو ماہرِ دکنیات کہنا بے جا نہ ہوگا۔اُردو ادب کی تاریخ میں اُن کا نام بھی مولوی عبدالحق، ڈاکٹر زور اور نصیرالدین ہاشمی جیسے ماہرینِ دکنیات کے ناموں کے ساتھ لیا جائے گا۔" [۱۴]

تحقیق و تدوین کے ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا ایک اور شان دار کارنامہ ''تاریخِ ادبِ اُردو'' کو قرار دیا جاسکتا ہے، جس میں اُنھوں نے اُردو زبان کے آغاز وارتقا کو تہذیبی، ثقافتی اور تاریخی پس منظر میں مرتب کیا ہے۔واضح رہے کہ اُردو ادب کی دست یاب تواریخِ ادب میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی ''تاریخِ اُردو ادب'' کو سب سے مستند اور معیاری ادبی تاریخ تسلیم کیا جاتا ہے۔اِس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی بہ ذاتِ خود رقم طراز ہیں:

> "یہ تاریخ ادب میری اپنی روح کا سفر ہے،جسے میں نے بر عظیم کی تہذیبی روح کی تلاش میں کیا ہے۔سفر جاری ہے اور میری منزل ابھی دُور ہے۔"[۱۵]

قدیم متون کی تدوین کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا ایک اور اہم کارنامہ ''قدیم اردو کی لغت'' ہے۔بلاشبہ یہ تدوینی کارنامہ براہِ راست متن کی تدوین سے تعلق نہیں رکھتا، لیکن چوں کہ اس کا سارا مواد قدیم متون کے مختلف النوع اجزا سے کشید کیا گیا ہے، اِس لیے اِس لغت کو تحقیق کی ذیل میں بھی رکھا جاسکتا ہے، وہ اِس لیے کہ الفاظ کی فراہمی سے لے کر ان کے معانی کے تعینات تک کے جملہ مراحل میں ان کی دقتِ نظری اور عرق ریزی کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے تین صدیوں کو محیط اردو ادب کے سرمائے کی تفہیم اور معنوی توضیح کے سلسلے میں مذکورہ لغت کو مرتب کیا ہے۔اشفاق احمد اِس لغت کے تعارف میں لکھتے ہیں:

> "اس لغت کے مطالعے سے یہ بات بھی قاری کے سامنے آئے گی کہ ہمارے اسلاف لفظوں کو کس تلفظ سے ادا کرتے تھے۔ان کی املا کیا تھی،ان کے اصول و قواعد کیا تھے اور پاکستان کی علاقائی زبانوں نے اردو زبان کی ابتدائی تشکیل میں کیا کردار ادا کیا تھا۔"[۱۶]

مذکورہ لغت کا لفظ ڈاکٹر جمیل جالبی نے خود لکھا، جس میں اُنھوں نے اس لغت کی ترتیب کے جملہ محرکات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "تاریخ ادب پر کام کرتے ہوئے مجھے سیکڑوں مخطوطات اور بیاضوں کے صحراؤں سے گزرنا پڑا۔ دوران مطالعہ اکثر ایسے لفظوں سے واسطہ پڑا جو میرے لیے اجنبی تھے۔میں ان لفظوں کو ایک کاپی میں لکھ لیتا او پھر سیاق و سباق مختلف لغات کی مدد سے اور اہلِ علم سے گفتگو کرنے کے بعد جو ان لفظوں کے معنی متعین ہو جاتے تو ان کے سامنے لکھ دیتا۔کچھ عرصے بعد میں نے یہ کیا کہ ہر وہ لفظ جو قدیم ادب میں استعمال ہوا،اسے معنی اور حوالے کے ساتھ ایک کارڈ پر لکھ کر رکھ لیتا،یہ کام ۱۶۹۱ء میں شروع ہوا اور ۱۷۹۱ء میں ختم ہوا۔جب کام ختم ہوا تو تقریباً اٹھارہ ہزار الفاظ کا ذخیرہ میرے پاس تھا۔"[۱۷]

جب ڈاکٹر جمیل جالبی نے '' تاریخِ ادبِ اُردو'' پر کام شروع کیا تو اُنھیں قدم قدم پر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔وہ اِس لیے کہ اِس سے قبل نہ کوئی مستند متون مطبوعہ صورت میں دست یاب تھے اور نہ ادوار، شخصیات اور موضوعات پر بلند پایہ کام ہوا تھا، جب یہ سب چیزیں موجود ہوں تبھی کوئی ادبی مؤرخ ان دست یاب وسائل سے اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔یہ تاریخ جدید انداز کی حامل مربوط تاریخ ہے، جسے ایک خاص مقصد اور جذبے کے تحت لکھا گیا ہے۔اِس میں بہت سی ایسی خصوصیات ہیں، جن کی بنا پر اسے ڈاکٹر جمیل جالبی کا منفرد امتیاز قرار دینا چاہیے۔[۱۸] اِس سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا اپنا بیان ہے کہ:

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"میری تنقید میں بھی تحقیق شامل ہے۔اِس کے علاوہ میری ساری توجہ"تاریخِ ادبِ اُردو"پر رہی، جس میں قدم قدم پر تحقیق کے عمل سے تاریخ کے کام کو آگے بڑھایا گیا ہے۔"تاریخِ ادبِ اُردو" اِس اعتبار سے بھی قابلِ ذکر ہے کہ اِس میں پہلی بار تحقیق و تنقید کا سماجی و تہذیبی حوالوں کے ساتھ امتزاج ہوا ہے۔یہ امتزاج اُردو میں اِس طرح پہلی بار ہوا ہے۔"(۱۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی تحقیق کو تنقید کے لیے اُتنا ہی ناگزیر تصور کرتے ہیں، جتنا کہ تنقید کو تحقیق کے لیے۔اُن کے خیال میں جب تک یہ دونوں ہم رکاب نہ چلیں، اُس وقت تک موثر نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔اِن دونوں کے امتزاج کو اُنھوں نے ''تحقید'' کے لفظ سے موسوم کیا ہے اور اس اصطلاح کے موجد بھی وہ خود ہی ہیں۔ڈاکٹر سلیم اختر اِس اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تحقیق+تنقید

ڈاکٹر جمیل جالبی نے یہ اصطلاح وضع کی اور وہی اسے استعمال بھی کرتے ہیں---"تحقید" سے مراد ایسی تحریر ہے،جس میں تحقیق اورتنقیدکا امتزاج ہو۔"(۲۰)

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''تاریخِ ادبِ اُردو'' بلاشبہ تحقیق و تنقید کا ایک عہد آفریں کارنامہ ہے، جس میں فاضل مصنف نے روحِ ادب کو دریافت کرنے کے لیے ایک لمبا سفر اختیار کیا ہے، جو اُن کی وفات تک جاری رہا۔اِس تاریخ میں روحِ عصر اور تخلیق، سماجی و تہذیبی حوالے سے مل کر ایک جان اور ایک اکائی بن گئے ہیں۔اِس انداز پر اب تک اُردو ادب کی کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی۔اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''تاریخِ ادبِ اُردو'' کے متعلق اُن کا کہنا ہے کہ:

"ادبی تاریخ لکھتے وقت مجھے قدم قدم پر تحقیق کی ضرورت پڑی،تاکہ سچ کو جھوٹ سے،غلط کو صحیح سے، حقیقت کو مغالطوں سے الگ کیا جا سکے۔دراصل میری"تحقیق"کا کام "تاریخِ ادبِ اُردو"کے ساتھ شروع ہوا۔یہ سال ۱۹۶۴ء کا سال تھا۔اس وقت میں اپنی کتاب"پاکستانی کلچر"لکھ کر فارغ ہوا تھا اور اِس کرب میں مبتلا تھا،جس سے اس کتاب کے دوران میں دوچار ہوا تھا۔"(۲۱)

واضح رہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقی و تدوینی نگارشات صرف اعداد و شمار یا معلومات کی یک جائی کا فریضہ انجام نہیں دیتیں، بل کہ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اِس بات کا خصوصی خیال رکھا ہے کہ مذکورہ دونوں پہلوؤں کو تنقیدی جمالیات کے زیرِ اثر پیش کیا جائے۔یہی وجہ ہے کہ اُن کی تحریریں قاری کو موضوع سے متعلق بامعنی نتائج تک رسائی حاصل کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔یہاں اِس امر کی وضاحت انتہائی ناگزیر معلوم ہوتی ہے کہ تحقیقی و تدوینی سرگرمیوں میں ہمہ وقت مشغول و منہمک رہنے والے ادبا کا اسلوبِ نگارش بعض اوقات بڑا بے رنگ اور خشک ہو جاتا ہے، لیکن ڈاکٹر جمیل جالبی کی جملہ تحقیقی و تدوینی تصانیف اِس نوع کی آلائش سے پاک ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی خوبی یہ ہے کہ وہ کسی امر کی تحقیق میں محض ادبی ماخذ تک خود کو محدود نہیں رکھتے، بل کہ اِس مقصد کے لیے غیر ادبی اور بالواسطہ ماخذ خصوصاً اُس دور کی تاریخ، سفر ناموں، یادداشتوں، معاصر دواوین اور ذاتی بیاضوں سے بھی مدد لیتے ہیں اور اس کے عملی نمونے ہمیں ''تاریخِ ادبِ اُردو'' میں جابجا بکھرے نظر آتے ہیں۔اِس کتاب کی انفرادیت اور مصنف کی محنت کا تذکرہ کرتے ہوئے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"جمیل جالبی صاحب کی مرتب کی ہوئی یہ تاریخ،فردِ واحد کی کوشش کا نتیجہ ہے اور یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ انفرادی کوشش،اس"پنچایتی پیوند کاری"سے اس لحاظ سے بہتر ہے کہ یہ مختلف مضامین کا مجموعہ نہیں معلوم ہوتی(اگر اس کتاب کے آخر میں شامل ضمیموں سے قطع نظر کو روا رکھا جائے)۔کتاب پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ

Vol. 5 No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مؤلف نے محنت کی ہے۔ان کے نقطہئ نظر اور طریق کار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے،مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُنھوں نے تعلقِ خاطر کے ساتھ یہ کام کیا ہے۔" (۲۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق کی ایک خوبی مختلف واقعات کی کڑیاں ملانے اور ان میں منطقی ربط پیدا کرنے کی صلاحیت کو قرار دیا جا سکتا ہے۔وہ بڑے بڑے محققین کے مآخذات پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کرتے بل کہ اُنھوں نے حقائق کی دریافت کرتے ہوئے نام ور محققین سے نہ صرف اختلاف کیا بل کہ ان کی فراہم کردہ معلومات کی اصلاح بھی کی۔اِس ضمن میں خانِ آرزو کے والد کی تصنیف،نصرتی کے سالِ وفات کے تعین،میر کے سالِ ولادت اور سودا کی اولاد کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے یہ اختلافی امور سامنے آئے،جن کو بلا چوں وچرا تسلیم کرنے کی بجائے حزم واحتیاط اور جانچ پرکھ کی کسوٹی پر پرکھ کر حقیقت تک رسائی حاصل کی گئی اور جملہ شواہد کی مکمل چھان بین کے بعد ہی قارئینِ ادب کو حقیقت سے آگاہ کیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کے اندازِ تحقیق کی ایک نمایاں خوبی،جو اُنھیں دیگر محققین سے ممتاز کرتی ہے،وہ ان کے طرزِ تحریر کی شگفتگی اور ادبیت کا رچاؤ ہے۔عموماً تحقیق کو خشک موضوع سمجھا جاتا ہے اور عموماً لوگ محقق کے بجائے بہ طور نقاد متعارف ہونا باعثِ فخر سمجھتے ہیں،جب کہ ڈاکٹر جمیل جالبی اس اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ ان کے ہاں اظہار وابلاغ اور تحریر کا اسلوب تخلیقی ہونے کے سبب کوئی بات غیر دل چسپ یا خشک نہیں ہوتی۔ان کی محققانہ تحریریں اتنی ہی دل چسپ ہوتی ہیں، جتنی کہ ان کی عام ادبی نگارشات یا تنقیدی مضامین ہیں۔وہ اپنی بات اور نتائج کو منطقی ترتیب کے ساتھ صاف اور واضح اسلوب میں،موزوں اور کم سے کم الفاظ میں بیان کرنے کے فن سے بہ خوبی واقف تھے۔ڈاکٹر نسیم فاطمہ ان کے اسلوب کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحریروں میں شائستگی،پاکیزگی،نرمی اور دھیما پن ہے۔اسلوبِ بیان کی وہ سادگی و سلاست ہے،جو حالی اور عبدالحق کی تحریروں اور سر سید تحریک کا خاصا رہی ہے،لیکن جس میں اثر پذیری کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔"(۲۳)

ڈاکٹر جمیل جالبی کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ لکھتے ہوئے غیر متعلقہ مواد کو تحریر میں ہر گز شامل نہیں کرتے۔خواہ وہ مواد کتنی ہی محنت اور تلاش و جستجو کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہو۔ان کا خیال ہے کہ مقالات لکھتے ہوئے صرف ضروری مواد کو شامل کرنا چاہیے۔نیز اختصار اور جامعیت کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔جامعات میں لکھے جانے والے مقالات کی اس خرابی کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"پی ایچ ڈی کے مقالات کی تعداد بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ان مقالات میں ایک خرابی عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ ضروری و غیر ضروری مواد کے ڈھیر سے لدے پھندے ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ضخیم اور فربہ ہوتے ہیں۔تحقیق کرنے والے کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسے کیا شامل کرنا ہے اور کیا شامل نہیں کرنا ہے۔تحقیق کا سارا رف ورک شامل کرنے سے مقالہ تو ضخیم ہو جاتا ہے،لیکن اصل موضوع بے ضرورت مواد اور پھیلاؤ کی وجہ سے دب کر رہ جاتا ہے۔بعض مقالات کو پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف تحقیق کرنے والا اس ملبے کے نیچے دب گیا ہے،بل کہ اس نے راستہ بھی گم کر دیا ہے۔"(۲۴)

مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق وتدوین کی کئی جہات ہے۔اُنھوں نے تحقیق،تدوین،تنقید،تاریخ ادب،کلچر شناسی اور ترجمہ نگاری جیسے موضوعات کو بیک وقت اپنی نگارشات کا موضوع بنایا ہے اور ان میں سے ہر موضوع کو تخلیقی اسلوب سے ہمکنار کیا ہے۔وہ ادب کے قدیم وجدید ادبی سرمائے نیز مغربی ادبیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔دکنی اور گجری ادب پر اُنھوں نے خاصا کام کیا ہے۔حسن شوقی اور نصرتی ایسے شعرا کے دیوان مرتب کیے ہیں۔مثنوی ''قدم راؤ پدم راؤ'' کی تدوین،''تاریخِ ادبِ اُردو''،''ادبی تحقیق'' اور دیگر مستند کتابیں لکھیں۔ان سب تحریروں سے ان کی تحقیقی وتدوینی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔اُنھوں

نے تحقیق وتدوین کے ضمن میں محنت، لگن، عمیق مطالعے اور منطقی فکر کی جو روایت قائم کی ہے اس پر اُردو تحقیق کی عمارت کو خوش اسلوبی سے استوار اور بلند و بالا کیا جا سکتا ہے۔

تحقیق وتدوین کے ضمن میں دیوانِ حسن شوقی، دیوانِ نصرتی، مثنوی کدم راؤپدم راؤ اور تاریخ ادبِ اُردو ایسی تصانیف ہیں جو اُردو زبان وادب کی گم شدہ کڑیوں کی تلاش میں ایک نہایت اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خاص طور پر دیوانِ حسن شوقی اور دیوانِ نصرتی کی تدوین و تحقیق سے نہ صرف اس عہد کے مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی حالات کو جاننے میں مدد ملتی ہے، بل کہ ان تحقیقی وتدوینی کارناموں سے تدوینِ متن کے اصولوں اور طریق کار سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ حقائق کی جانچ پرکھ میں ان کا تحقیقی طریق کار، فراہم کردہ معلومات کو استناد مہیا کرتا ہے۔ بعینہٖ مثنوی "کدم راؤپدم راؤ" کی تدوین سے اُردو زبان وادب کی تاریخ دو صدیاں پیچھے تک چلی گئی ہے۔ اس مثنوی کی تدوین سے اردو زبان کے ارتقائی مدارج کو سمجھنے میں بھی بہت آسانی ہو گئی ہے۔ اسی طرح "قدیم اردو کی لغت" اردو زبان کے بدلتے روپ کو سمجھنے اور اردو کی ارتقائی ترقی کا جائزہ لینے کے لیے منفرد حیثیت رکھتی ہے جس میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک ہی لفظ کی مختلف املائی صورتوں کو بھی کمال چابک دستی سے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کو تحقیق وتدوین کے میدان میں جو اعتبار حاصل ہوا ہے، اُس کی بنیادی وجہ اُن کا تحقیق وتدوین کے جدید اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنی نگارشات کو پیش کرنا ہے۔ گو کہ تحقیق وتدوین سے عشق کو ایک بھاری پتھر قرار دیا جاتا ہے، جو ہر کس و ناکس سے نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ بقول میرؔ:

عشق اِک میرؔ بھاری پتھر ہے

کب یہ تجھ ناتواں سے اُٹھتا ہے

لیکن تحقیق کے اس بھاری پتھر کو ڈاکٹر جمیل جالبی جیسے مردِ آہن اُٹھانے میں کام یاب ہو گئے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تصانیف تحقیق تدوین کا باکمال نمونہ ہیں۔ اُنھوں نے اپنے عدیم المثال کام کے ذریعے اپنی تحقیقی، تنقیدی اور تدوینی صلاحیتوں کی رفعت وعظمت کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیقی وتدوینی تصانیف کے جائزے اور محاکے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اُن کا تحقیقی وتدوینی کام اُردو زبان وادب کا ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مشرف احمد، کچھ جمیل جالبی کے بارے میں، مشمولہ؛ ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ایک مطالعہ، مرتبہ؛ گوہر نوشاہی، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، بار اول، ۱۹۹۳ء، ص ۱۸

۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، کچھ جمیل جالبی کے بارے میں، مشمولہ؛ ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ایک مطالعہ، ص ۱۹

۳۔ عبدالعزیز ساحرؔ، ڈاکٹر، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ شخصیت اور فن، اسلام آباد، اکادمی ادبیات، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱

۴۔ ایضاً، ص ۷

۵۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، ، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ایک مطالعہ، لاہور، ادارہ فروغِ اُردو، ۱۹۳۹ء، ص ۲۶۳

۶۔ ایضاً، ص ۲۳۴

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، دیوانِ حسن شوقی، کراچی، انجمن ترقی اردو، باراوّل، ۱۹۷۱ء، ص ۴۹

Vol. 5 No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۸۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ایک مطالعہ، ص ۲۷۲

۹۔ شمس اللہ قادری، اُردوئے قدیم، لکھنؤ، مطبع نول کشور، ۱۹۵۲ء، ص ۸۴

۱۰۔اعجاز حسین، سیّد، تاریخِ ادبِ اُردو، دہلی، اُردو کتاب گھر، س۔ن، ص ۲۳

۱۱۔ نصرتی، دیوانِ نصرتی، مرتبہ، جمیل جالبی، لاہور، قوسین، ۱۹۷۲ء، ص ۱۵

۱۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، مثنوی نظامی المعروف بہ مثنوی کدم راؤپدم راؤ، کراچی، انجمنِ ترقی اردو، ۱۹۷۳ء، ص ۱۰

۱۳۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، ، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ایک مطالعہ، ص ۲۴۸

۱۴۔ایضاً، ص ۲۴۹

۱۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اُردو (جلد اوّل)، لاہور، مجلس ترقی ادب۔ بارِ دوّم، ۱۹۴۸ء، ص۔ح

۱۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قدیم اردو کی لغت (تعارف)، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۳ء، س۔ن، ص۔ن

۱۷۔ایضاً، ص ۷

۱۸۔وقار عظیم، سیّد، جمیل جالبی کی تاریخِ ادبِ اردو، مشمولہ سہ ماہی ارمغان کراچی، جمیل جالبی نمبر، شمارہ: ۱۳، اپریل، مئی، جون ۱۹۹۶ء، ص ۱۱۸

۱۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق، لاہور، مجلس ترقی ادب، طبع اوّل، ۱۹۹۴ء، ص ۳۴

۲۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی اصطلاحات (توضیحی لغت)، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۷۵، ۷۴

۲۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق، ص ۲۲

۲۲۔رشید حسن خاں، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، ۲۰۰۳ء، ص ۲۹۰

۲۳۔ نسیم فاطمہ، ڈاکٹر، ڈاکٹر جمیل جالبی (سوانحی کتابیات)، لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، ۱۹۹۶ء، ص ۹

۲۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق، ص ۱۹